سمّہ عہد......ایک تحقیقی جائزہ
بنیادی تاریخی ماخذات کی روشنی میں

ڈاکٹر عظمٰی پروین☆

Abstract:

In the mid of fourteenth century A.D. the Summa dynasty had established domination over Sindh. Infromation about early years and events of the Summa dynasty are ambiguous, elaborate here with the help of contemporary history. Summas belong to the landlord tribe of Sindh. In the era of Sultan Firuz Tughlaq, Summas try to establish their independent government and for achieving this very purpose, they even petronize Mongols, this imperious attitude led to Firuz Shah attack on Jams and also conquering of Sindh. After Firuz Shah his successor's weakness and incompetency, they didn't held Sindh too long. The Summa dynasty ruled in sindh upto 1520 A.D. and their era ended by Arghons of Afghanistan.

چودھویں صدی عیسوی کے تقریباً نصف میں سمہ خاندان نے سندھ میں اپنی حکومت قائم کی۔اس حکومت کا آغاز،واقعات اورسنین متضاد اورمبہم ہیں،جن کومعاصر تواریخ کی مدد سے صحیح انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔سمہ سندھ کا زمیندار قبیلہ تھا.اس قبیلے نے سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں اپنی آزاد قومی حکومت کی تشکیل کی کوشش کی اوراپنے مقصد کے حصول کے لئے انتہائی قدم تک اٹھانے سے گریز نہیں کیا یہاں تک کہ منگولوں کی بھی سرپرستی کی۔اس جارحانہ رویئے پر جامانِ ٹھٹھہ کی سرزنش کی گئی اورفوج کشی کے بعد سندھ کو دوبارہ اپنا مطیع بنالیا گیا لیکن بعدازاں مرکز کی کمزوری اورنا اہل جانشینوں کی وجہ سے سندھ سے توجہ ہٹالی گئی۔سندھ پرسموں کی حکومت ۱۵۲۰ء تک قائم رہی۔ان کی حکومت کا خاتمہ ارغونوں نے کیا جنھیں افغانستان سے بےدخل ہونے کے بعد نئی جائے پناہ کی تلاش تھی اوراس معاملے میں سندھ ان کیلئے تر نوالہ ثابت ہوا۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ اسلامی تاریخ،جامعہ کراچی۔

سمّہ عہد، ایک تحقیقی جائزہ
بنیادی تاریخی ماخذات کی روشنی میں

ڈاکٹر عظمیٰ پروین

سندھ کو ۷۱۲ء/ ۹۲ھ میں عماد الدین محمد بن قاسم نے اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں فتح کیا اور اسے ''باب الاسلام'' کا درجہ حاصل ہوا۔ بنو امیہ کے زوال (۱۳۲ھ) کے بعد جب زمام خلافت بنو عباس کے پاس آئی تو سندھ کو ایک صوبہ کی حیثیت ہی حاصل رہی اور خلیفہ یہاں گورنر کا تقرر کرتا تھا۔ لیکن اس عہد میں نہ صرف یہاں بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا بلکہ دہلی میں وقوع پذیر ہونے والے حوادث کا اثر بھی پڑا جس کے دوررس اثرات مرتب ہوئے، کبھی یہ چنگیز خان کے فوجیوں کے قدموں تلے روندا گیا تو کبھی دہلی کے باغیوں کی جائے پناہ بنا۔ عباسیوں کے دور زوال میں یہاں سومرہ قبیلے کے مقامی حکمرانوں نے صفاریوں (۱) کی حکومت میں طاقت حاصل کی اور تیسری صدی ہجری کے نصف آخر میں سندھ کے پورے خطہ لاڑ (جنوبی سندھ) پر قابض ہو گئے۔ (۲) فرشتہ کے بیان کہ مطابق سندھ میں دو طرح کے زمیندار تھے۔ ان میں سے ایک قبیلے کو ''سومرکان'' اور دوسرے کو ''ستم گان'' کہا جاتا تھا۔ (۳) جب سومرہ پے در پے قدرتی آفات کا شکار ہوئے تو نتیجتاً سمہ قبیلے کی بڑھتی ہوئی طاقت کا مقابلہ نہ کر سکے اور ان کے زیر بار ہو کر زوال کا شکار ہو گئے۔ اس طرح گردش زمانہ کی نذر ہو کر ایک زمیندار دوسرے زمیندار پر غالب آ گیا۔ چودھویں صدی عیسویں کا نصف سمہ قبیلے کے عروج کا زمانہ ہے لیکن سموں کے عہد حکومت اور مرکز کے ساتھ تعلقات کا بیان جن ماخذات میں ملتا ہے، ان میں بڑا اختلاف ہے۔

اس ضمن میں جو تواریخ لکھی گئیں ان میں معاصر تواریخ صرف چند ہیں۔ جن میں پہلی ''تاریخ فیروز شاہی''، ضیاء الدین برنی کی ہے۔ جس میں ابتدائی سلاطین دہلی سے لیکر فیروز شاہ تغلق کی پہلی مہم لکھنوتی تک کا بیان ہے۔ دوسری شمس الدین سراج عفیف کی ''تاریخ فیروز شاہی'' ہے، جو ضیاء الدین برنی کی کتاب کا تکملہ ہے۔ اس میں سلطان فیروز شاہ تغلق کی مہم ٹھٹھہ کی تفصیلات ملتی ہیں۔ تیسری ''سیرت فیروز شاہی'' ہے، یہ فیروز شاہ تغلق کے دور کا احاطہ کرتی ہے۔ چوتھی عین الدین عین الملک عبداللہ بن ماہرو کے خطوط ہیں جو ترسیلات ماہرو کے نام سے معروف ہوئے۔ یہ سلطان فیروز شاہ تغلق کے اوائل عہد میں ملتان کا گورنر تھا۔ یہ سندھ کے حکمران جام (۴) بانبھینہ کے رویئے سے شاکی تھا۔ جام کے حوالے سے ماہرو کے چند خطوط سندھ (۵) کے سیاسی منظرنامے کی تصویرکشی کرتے ہیں۔ پانچواں ابن بطوطہ کا سفرنامہ ہے۔ جو سلطان محمد تغلق کے عہد میں سندھ پہنچا اور بعدازاں تخت دہلی تک رسائی حاصل کی۔ ابن بطوطہ نے اپنا سفرنامہ تقریباً بیس سال بعد قلمبند کیا۔ اسی میں ہمیں واقعہ سہوان کا تذکرہ ملتا ہے۔ جس پر مؤرخین سمہ قبیلے کی سیاسی

حیثیت کا تعین کرتے ہوئے مختلف آراء پیش کرتے ہیں۔ یہ تمام کتب تواریخ سمہ قبیلے کے ابتدائی حکمرانوں کے سلطنت دہلی کے ترک حکمرانوں کے ساتھ سیاسی تعلقات کے حوالے سے بیش بہا معلومات کا خزانہ ہیں۔

بعدازاں سندھ پر باقاعدہ عموی کتب تواریخ میں بھی باب موجود ہیں۔ یہ کتب تواریخ زیادہ تر تیموریان ہند کے عہد میں لکھی گئیں۔ ان میں ''طبقات اکبری''(٦) جو خواجہ نظام الدین کی تحریر کردہ ہے، اس میں سندھ کے بارے میں خصوصاً سمہ دور حکومت کا تفصیلاً جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے بعد قابل ذکر تاریخ ''تاریخ فرشتہ''(٧) ہے۔ اس کے مؤلف محمد قاسم فرشتہ ہیں۔ فرشتہ نے سندھ کی تاریخ پر پورا ایک باب تحریر کیا ہے۔ آئین اکبری جو علامہ ابوالفضل کا شاہکار ہے، میں بھی سمہ حکمرانوں کے نام اور مختصر احوال مذکور ہیں۔ سجان رائے بٹالوی کی ''خلاصہ التواریخ''(٨) ہندوستان کی دیگر کتب تواریخ کا خلاصہ ہے۔ انھوں نے سمہ دور حکومت سے متعلق باب تحریر کرنے کے لئے ابوالفضل کی ''آئین اکبری'' سے استفادہ کیا ہے۔

ان کتب کے علاوہ خصوصاً سندھ کے موضوع پر جو کتابیں تحریر کی گئیں ان میں سندھ کی قدیم تاریخ پر پہلا اہم ماخذ ''چچ نامہ''(٩) ہے۔ جسے علی کوفی نے ساتویں صدی ہجری میں عربی زبان سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس میں محمد بن قاسم کی فتح سندھ سے پہلے کا احوال اور بعداز فتح سندھ، اس کے کارناموں اور معزولی تک کا بیان ہے۔ یہ کتاب سمّوں کے حسب ونسب پر سند کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ ''چچ نامہ'' کے بعد سندھ کی تاریخ پر دوسرا اہم ماخذ ''تاریخ معصومی''(١٠)، میر محمد معصوم بھکری کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے محمد بن قاسم کی فتح سندھ (۷۱۲ء/۹۲ھ) سے شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر (۱۵۹۲ء۔۱۵۹۳ء/۱۰۰۱ھ) کے قبضہ سندھ تک کے حالات کا جائزہ لیا ہے۔ اس میں سمہ خاندان کا تفصیلاً ذکر ملتا ہے اور اس کتاب کی افادیت اس لحاظ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ بعد میں سندھ کی تاریخ پر لکھی جانے والی کتابیں مثلاً تاریخ طاہری، بیگلارنامہ، ارغون نامہ، ترخان نامہ اور تحفۃ الکرام وغیرہ کے مصنفین نے اسی کتاب کی خوشہ چینی کی ہے۔(١١)

سمہ راجپوت قبیلہ تھا، جو لوہانہ(١٢) میں آباد تھا جس کا پھیلاؤ بحیرہ عرب کے ساحل تک تھا۔ ''چچ نامہ'' میں اس قبیلے کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

> ''جب محمد بن قاسم برہمن آباد کے انتظام سے فارغ ہوا تو محرم سنہ چورانوے (۹۴ھ) میں ساوندی اور بھراور سے ہوتا ہوا سمّوں کے قبیلے میں پہنچا۔ یہ مذہباً بدھ پرست تھے۔ انھوں نے ڈھول اور شہنائیوں سے محمد بن قاسم کا استقبال کیا۔ ان کی رسم یہ تھی کہ جب کوئی نیا حاکم یا بادشاہ ان پر مقرر ہوتا تو یہ اپنی خوشی کا اظہار ناچ اور راگ سے کرتے تھے۔ محمد بن قاسم نے خریم بن عمرو کو ان کا حاکم بنایا''۔(١٣)

فتوح البلدان میں علامہ البلاذری کے مطابق:

> ''محمد بن قاسم الرور جا رہے تھے کہ رستہ میں ساوندری کے باشندے ملے، امان اور صلح چاہی، محمد نے اس شرط پر ان کو امان عطا کی کہ جو مسلمان ان کے پاس سے گزریں، ان کی ضیافت کا انتظام کریں اور انھیں رستہ بتا

دیں۔ اب یہ لوگ مسلمان ہیں۔'' (۱۴)

علامہ البلاذری کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سمہ سندھ کا قدیمی قبیلہ تھا اور انھوں نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس قبیلے پر بعد کے ادوار میں کیا گزری اس حوالے سے تاریخ خاموش ہے لیکن تاریخ معصومی اور تاریخ طاہری کے مطابق سومرہ عہد میں اس قبیلے پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب انھیں سومروں کے مظالم سے تنگ آ کر'' کچھ'' ہجرت کرنا پڑی، جہاں ان کی حکومت قائم ہوئی بعدازاں یہ سومروں کے زوال پر سندھ آئے اور اپنی حکومت کی داغ بیل ڈالی''، (۱۵) تاہم قرائن سے اس بات کی تصدیق نہیں ہوتی۔ ابتدائی ماخذات سے پتہ چلتا ہے کہ سومروں کی حکومت میں یہ سندھ کے مختلف علاقوں میں آباد تھے اور حکومتی امور میں ان کی دخل اندازی کا تذکرہ سب سے پہلے ابن بطوطہ نے کیا ہے۔

ابتدائی دستیاب ماخذات سے پتہ چلتا ہے کہ سمہ خاندان نے سندھ پر اپنی حکومت کا آغاز چودھویں صدی عیسوی کے وسط میں کیا۔ لیکن یہ روایات ابن بطوطہ کی روایت سے متصادم ہیں۔ ابن بطوطہ یکم محرم ۷۳۴ھ میں سندھ پہنچا، (۱۶) یہ اپنے قیام سہوان کے دوران ایک اہم واقعہ بیان کرتا ہے، جو اس کے داخلہ سندھ سے پیشتر ہی گزر چکا تھا مگر اس کے اثرات موجود تھے۔ اس کے مطابق:

> ''اس شہر (سہوان) میں قوم سامرہ کا ونار اور امیر قیصر روم بادشاہ (محمد تغلق) کی جانب سے اٹھارہ سوسواروں کی جمعیت رکھنے والے سردار تھے۔ ایک ہندو رتن جو فن حساب اور کتابت کا ماہر تھا۔ اس نے ایک امیر کے توسط سے بادشاہ تک رسائی حاصل کی۔ اسے اس کی صلاحیتوں کی بنا پر سہوان کا حاکم مقرر کیا گیا۔ بڑے بڑے امیروں کی طرح نوبت اور علم رکھنے کی اجازت دی گئی۔ سیوستان اور اس کے مضافات کی جاگیر بھی اسے بخشی گئی۔ جب وہ (رتن) اپنے شہر پہنچا، تو ونار اور قیصر کو ایک ہندو کی ماتحتی گراں گزری اور انھوں نے حیلے سے اسے قتل کردیا۔ شاہی خزانہ جو تقریباً بارہ لاکھ تھا، وہ بھی لوٹ لیا۔ اہل لشکر نے ونار کو اپنا حاکم تسلیم کرلیا اور ملک فیروز کا لقب عطا کیا لیکن پھر ونار اپنے وطن اور قبیلے کی دوری سے دل ہی دل میں خوف زدہ ہوا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے قبیلے میں لوٹ گیا۔ بچے کچھے لشکر نے امیر قیصر کو اپنا سردار بنالیا۔ اس واقعے کی خبر امیر سندھ سرتیز عمادالملک کو ملتان میں پہنچی تو اس نے قیصر روم پر حملہ کردیا۔ قیصر محاصرے کی سختی سے گھبرا کر امان کا طالب ہوا۔ امان دینے کے باوجود سرتیز نے اپنے وعدے سے انحراف کیا۔ اس نے نہ صرف قیصر روم کی جائیداد لوٹ لی بلکہ قتل وغارت گری کا بازار گرم کردیا''۔ (۱۷)

ابن بطوطہ اس واقعے کے بعد ہی اس شہر میں وارد ہوا تھا۔ اس واقعہ سے سندھ کی تاریخ کے کئی پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ اس سے نہ صرف سندھ کی سیاسی وعلاقائی صورتحال واضح ہوتی ہے بلکہ ان کے سلاطین دہلی کے ساتھ تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ابن بطوطہ سندھ میں محرم ۷۳۴ھ میں پہنچا تو یہ واقعہ یقیناً ۷۳۳ھ کا ہے۔ ابن بطوطہ نے ''ونار'' کو ''سامری'' لکھا ہے۔ یہاں پر مؤرخین میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام کے مطابق ابن بطوطہ چونکہ ان واقعات کا عینی شاہد ہے، اس لئے اس کی بات زیادہ مستند ہے،

ڈاکٹر صاحب کے مطابق:

''ابن بطوطہ اس بات کا شاہد ہے کہ جب وہ سہوان پہنچا تو وہاں پر سومرہ کی حکومت تھی۔ کیونکہ اس وقت تک سمہ منصۂ شہود پر نہیں آئے تھے اس لئے ابن بطوطہ ان کا کوئی تذکرہ نہیں کرتا''۔(۱۸)

جبکہ متاخرین کے مطابق ابن بطوطہ نے ''انڑ'' کو ''ونار'' کہا ہے اور یہ سمہ خاندان سے تھا لیکن سامری یا سومرہ اس کی سرداری پر متفق تھے۔(۱۹) اسی لئے ابن بطوطہ کو مغالطہ ہوا ہے کہ ''ونار'' سومرہ خاندان سے تھا۔ تاریخ کی تمام کتب میں سمہ خاندان کی حکومت کی ابتدا ''انڑ'' سے کی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اگر سمہ خاندان کی حکومت کا آغاز متاخرین کے بیان کے مطابق کیا جائے تو کئی سوالات ابھرتے ہیں کہ درمیان میں کون کون حاکم رہا؟ طغی باغی (۲۰) گجرات کا ساتھ دیتے ہوئے سومروں کی کیا حیثیت تھی؟ کیا سومرہ خاندان نے بخوشی سمہ خاندان کی حکومت کو تسلیم کرلیا تھا، اس کی وجہ کیا تھی؟ کیا دونوں کے درمیان اقتدار کی تقسیم ہو چکی تھی؟ اگر ایسا ہی تھا تو پھر سومروں کے آخری حکمران مرکز دہلی سے اپنے اقتدار کے بقا کے لئے مدد کے طالب کیوں ہوئے؟ اس پر تحقیق ضروری ہے لیکن اس حوالے سے تاریخ خاموش ہے اور مورخ محض قیاس ہی کرسکتا ہے۔ اس واقعہ سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ سندھ میں سومرہ کی قوت ابھی موجود تھی۔ لیکن سمہ خاندان طاقت حاصل کر رہا تھا۔ سومروں کے زوال کے حوالے سے تاریخ طاہری کا بیان اہم ہے کہ

''دریائے سندھ کے تغیر و تبدل کے باعث سومروں کے علاقے برباد ہوئے''۔

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی تحقیق کے مطابق:

''یہی وہ بڑی تبدیلی تھی کہ جس کی وجہ سے تیرھویں صدی ء کے نصف آخر میں اروڑ (نزد روھڑی) کے قریب کچھ تبدیلی واقع ہوئی۔ جو مشرقی شاخ ہاکرو (روھڑی سے عمرکوٹ) میں پانی کم ہونے اور مغربی شاخ (روھڑی سے ٹھٹھہ) کی اہمیت بڑھانے کا سبب بن گیا۔ سومروں کا آخری دارالحکومت محمد طور دریائے سندھ کی مغربی شاخ کے خطے میں قائم کیا گیا۔ جہاں پر سمہ قبائل پہلے ہی آباد تھے۔ یہ زراعت پیشہ تھے اور ایک وسیع زرخیز خطہ ان کی ملکیت تھا۔ اسی وجہ سے سومرہ خاندان کے آخری حکمران معاشی لحاظ سے سمہ زمینداروں کے رہین منت رہے اور یہی چیز بالآخر سموں کے عروج اور سومروں کے زوال کا باعث بنی''۔(۲۱)

طبقات اکبری سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ سلطان محمد تغلق کی مہم ٹھٹھہ میں سومرہ سندھ میں حکمران اور بااثر قبیلے کی حیثیت رکھتے تھے:

''وہ (سلطان محمد تغلق) سومروں اور باغی طغی کی بیخ کنی کے لئے جوان (سومروں) کی پناہ میں چلا گیا تھا، ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہوا''۔(۲۲)

تاریخ معصوی میں طغی کے مددگاروں میں سومرہ قبیلے کے ساتھ ساتھ جاڑیجہ (قبائل) اور سمہ کا نام بھی ملتا ہے۔(۲۳) اس سے ہم یہ اخذ کرسکتے ہیں کہ اس عہد میں سومرہ سمہ کے مقابلے میں ایک بڑی طاقت تھے۔ جبکہ سمہ اپنے جاہ و اقتدار کے لئے جدوجہد

کررہے تھے۔

ضیاءالدین برنی کی ''تاریخ فیروز شاہی'' میں مہم ٹھٹھہ میں سندھ میں بیک وقت دو قوتوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ ایک ''جام'' اور دوسرے ''سومرہ''، جو باغی مرکز طغی کے ہم رکاب اور ہم نشین ثابت ہوئے۔ جام کے حوالے سے وہ لکھتا ہے کہ:

''کرنال عدت عما کر قاھرہ واھبت جیوش متکاثرہ معانیہ کرد خواست کہ طغی حرام خوار رازندہ گرفتہ تعلیم نماید طغی راچون از بن سر معلوم شد از انجا بگریخت و درتھتہ رفت و بر جام تھتہ پیوست'' (۲۴)

''کرنال کے مقدم نے جب سلطان کے لشکر کی بڑی تعداد اور اس کے کثیر لشکر کی بہادری دیکھی تو اس نے چاہا کہ طغی حرام خوار کو زندہ پکڑ کر سلطان کی خدمت میں پیش کردے۔ طغی کو جب اس راز کی اطلاع ہوئی، تو وہ وہاں سے بھاگ کر ٹھٹھہ چلا گیا اور ٹھٹھہ کے جام سے مل گیا۔''

اسی باب میں آگے تحریر کرتا ہے کہ:

''سومرکان وطغی حرام خوار کہ در پناہ خوار کہ در پناہ ایشان افتادہ بود بکوچ متواتر روان شد''۔ (۲۵)

''سلطان محمد تغلق سومروں اور طغی حرام خوار کو جوان کی پناہ میں آ گیا تھا، ختم کرنے کی غرض سے متواتر کوچ کرتا ہوا آگے بڑھا''۔

''اگر فرمان شذی در پیکر در یکروز تھتہ و سومرکان تھتہ وطغی حرام خوار را با باغیان دیگر زیر پای ی مالیدند ونیست و پست ی کردند و تہ بالای نھادند'' (۲۶)

''اگر سلطانی لشکر کو حکم دے دیا جاتا تو ایک روز میں ٹھٹھہ، وہاں کے سومروں اور طغی حرام خوار کو معہ دوسرے باغیوں کے رگڑ ڈالتا اور ان کو تہہ و بالا کر دیتا''۔

ضیاءالدین برنی کے اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سندھ کے حکمرانوں میں بھی ہندوستان کے دیگر صوبوں کی طرح مرکز سے آزادی اور خودمختاری کی شدید خواہش موجود تھی اور طغی کی معاونت کے پیچھے یہی جذبہ کارفرما تھا۔ جہاں تک سومروں اور سمہ کے درمیان تقسیم اقتدار کا سوال ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ سومروں کی حکومت بدستور قائم تھی اور ٹھٹھہ کے جام سے ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ سومروں کے مقابلے میں سمہ ایک دوسری بڑی متوازی طاقت بن کر ابھرے تھے اور دونوں کے درمیان اقتدار کی رسہ کشی جاری تھی، جس میں پلڑا سموں کا بھاری تھا۔ اس کی تائید ڈاکٹر ریاض الاسلام کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ (۲۷) یا ''پھر سلطان محمد تغلق کے خلاف طغی کی بغاوت میں سومرہ اور سمہ دونوں قبائل نے اس کا ساتھ دیا تھا'' (۲۸) اس لئے برنی دونوں کا ہی یکے بعد دیگرے تذکرہ کرتا ہے۔ جس کی تائید معصوی کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔

سمہ قبیلے کو سلطان محمد تغلق کے عہد کے بعد استحکام حاصل ہوا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ دونوں قبائل باوجود اختلاف کے قومی حمیت کے تحت محمد تغلق کے خلاف اکٹھے ہو گئے تھے۔ جس سے ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ ان کے درمیان سیاسی اختلافات وقتی

طور پر دب گئے ہوں گے اور جب شاہی لشکر سلطان فیروز شاہ تغلق کی سربراہی میں دہلی کی جانب کوچ کر گیا اور انھیں امن حاصل ہوا ہوگا، تو یہی وہ وقت تھا کہ سمہ سومروں پر ان کی مذکورہ بالا کمزوریوں کی وجہ سے غالب آ گئے۔ محمد قاسم فرشتہ کے مطابق ''محمد شاہ تغلق کے عہد حکومت کے آخر میں سومرگان (سومرہ) قبیلے سے ستم گان (سمہ) قبیلے میں منتقل ہو گئی''۔(۲۹) فرشتہ کے اس بیان کی نفی ''منشات ماہرو'' کے خطوط سے ہوتی ہے۔

''منشات ماہرو'' یا ''ترسیلات عین الملک ماہرو'' کا مؤلف عین الملک ماہرو، سلطان فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱ء۔۱۳۸۸ء) کے آغاز اقتدار میں ملتان اور اوچ کا گورنر تھا۔ اس کے کچھ مکاتیب سندھ کی سیاسی تاریخ کے حوالے سے بڑے اہمیت کے حامل ہیں، ان مکاتیب سے جام بانبھینہ کی تحریک آزادی کے جوش و جذبہ کا پتہ چلتا ہے، جس نے مرکز کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔(۳۰) بانبھینہ نے آزادی کے جوش میں نہ صرف مغلوں کی مدد حاصل کی بلکہ ملتان اور گجرات پر چڑھائی میں ان کا بھرپور ساتھ بھی دیا۔ اس کی بڑھتی ہوئی سرکشی نے ہی گورنر ملتان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ سومروں کے آخری سردار ''ھمیر دودا''، جو سمہ خاندان کے ٹھٹھہ پر اقتدار کے بعد فرار ہو گیا تھا، کو سندھی ہتھیار کے طور پر استعمال کرے، تاکہ بانبھینہ کی قوت اور طاقت کو کمزور کیا جا سکے۔ چناچہ عین الملک اور گجرات کے رکن الدین امیر حسن اور وزیر اعظم ملک الشرق افتخار الملک فرید الدین دونوں کو سومروں کے آخری سردار ''ھمیر دودا'' کی حمایت کے لئے تیار کیا گیا لیکن ان کے خزاں زدہ شجر اقتدار کی آبیاری کے باوجود اس (سومروں) درخت کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی تھیں۔(۳۱)

منشات ماہرو سے یہ اہم بات معلوم ہوتی ہے کہ سومرہ قبیلے کا آخری حکمران ''ھمیر دودا'' تھا نہ کہ ''ارمیل''(۳۲) اور یہ اپنے اقتدار کی شمع روشن رکھنے کے لئے آخری امید لیکر گورنر ملتان کے پاس گیا تھا۔(۳۳) لیکن سمّوں کی طاقت بہت بڑھ چکی تھی۔ ان کی سرکشی کا ایک سبب سلطان کی دیگر مہمات کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے ماہرو کا خط جو غالباً جام جونہ کے نام تھا، بڑی اہمیت کا حامل ہے۔(۳۴) یہ خط سندھ اور دلی کی سیاسی صورتحال کا مفصل بیان ہے۔(۳۵) اس طرح فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت سے سمہ قبیلے کی خود مختار حکومت کا آغاز ہوا۔

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے جامان سمہ کے تاریخی تسلسل، عہد حکومت اور اسماء والقاب کے سلسلے میں ایک جامع فہرست مرتب کی ہے۔(۳۶)

(۱) فیروز الدین شاہ جام انڑ بن بانبھیہ (۷۵۱ھ۔۷۵۳ھ)۔(۲) صدر الدین جام بانبھینہ بن فیروز الدین شاہ جام انڑ معہ علاؤ الدین جام جونہ (۷۵۳ھ۔۷۶۸ھ)۔(۳) رکن الدین جام طماچی بن فیروز الدین شاہ جام انڑ مع خیر الدین جام طغاچی بن علاؤ الدین جام جونہ (۷۶۸ھ۔۷۷۷ھ)۔(۴) علاؤ الدین جام جونہ، بار دوم (۷۷۷ھ؟۔۷۹۰، ۷۹۱ھ)۔(۵) سلطان رکن الدین شاہ جام تماچی، بار دوم (۷۹۰ھ۔۷۹۱ھ؟)۔(۶) سلطان صلاح الدین شاہ جام (انڑ؟) بن سلطان رکن الدین شاہ جام تماچی (۷۹۰ھ۔۸۰۶ھ؟)۔(۷) نظام الدین جام...... بن سلطان صلاح الدین شاہ جام (انڑ؟) (۸۰۷ھ۔۸۰۹ھ؟)۔

(۸) جام علی شیر بن سلطان رکن الدین شاہ جام تماچی (۸۰۹ھ ۔ ۸۱۵ھ؟)۔(۹) جام کرن بن خیر الدین بن جام طغاچی بن علاؤالدین جام جونہ (۸۱۶ھ؟)۔(۱۰) جام سکندر شاہ صدر الدین بن خیر الدین جام طغاچی بن علاؤالدین جام جونہ (۸۱۶ھ؟)۔(۱۱) جام فتح خان بن صدر الدین سکندر شاہ (۸۱۶ھ؟ تا بعد از ربیع الاول ۸۳۱ھ؟)۔(۱۲) جام تغلق شاہ (جونہ؟) بن صدالدین سکندر شاہ (۸۳۱ھ ۔ ۸۵۷ھ؟)۔(۱۳) جام مبارک (۸۵۷ھ؟)۔ (۱۴) سکندر شاہ ثانی جام محمد عرف انڑ بن جام فتح خان (۸۵۷ھ ۔ ۸۵۸ھ)۔ (۱۵) سلطان صدرالدین شاہ جام سنجر عرف رائدنہ بن سلطان صلاح الدین شاہ جام (انڑ؟) (۸۵۸ھ ۔ ۸۶۶ھ)۔(۱۶) سلطان نظام الدین جام نندہ بن سلطان صدر الدین شاہ جام سنجر عرف رائدنہ (۸۶۶ھ ۔ ۹۱۴ھ)۔(۱۷) ناصر الدین ابوالفتح سلطان فیروز شاہ بن سلطان نظام الدین جام نندہ (۹۱۴ھ ۔ ۹۲۶ھ، محرم ۹۲۶ھ تا شوال ۹۲۸ھ ماتحت شاہ بیگ ارغون)۔

سمہ حکمرانوں کے عزل ونصب کے سلسلے میں جو سنین بیان کئے جاتے ہیں، وہ اختلاف سے خالی نہیں ہیں جیسے جام انڑ کا عہد تمام تاریخی ماخذات کے مطابق تین برس چھ ماہ ہے۔تو اس اعتبار سے یہ عہد ۷۵۲ھ تا ۷۵۵ھ/ ۱۳۵۱ء تا ۱۳۵۴ء تک کا بنتا ہے۔جام جونہ نے اپنے بھائی جام انڑ کے بعد حکومت سنبھالی۔اس کی سنہ حکومت میں اختلاف ہے۔مؤرخین کے مطابق اس نے پندرہ سال حکومت کی۔لیکن اس کا دور حکومت دوادوار پر مشتمل ہے جو پندرہ سال سے زائد کا عرصہ بنتا ہے۔تاریخ معصومی کے مطابق:

''اس کے خلاف علاؤالدین خلجی کے لشکر نے فوج کشی کی لیکن اسی اثناء میں اس کا انتقال ہوگیا۔شاہی فوج کا مقابلہ جام تماچی بن انڑ سے ہوا اور اسے قید کر کے دہلی لے جایا گیا۔'' (۳۷)

تاریخ معصومی کا یہ بیان خلاف حقیقت ہے کیونکہ علاؤالدین خلجی کا عہد ۱۳۱۶ء تک کا ہے جبکہ یہ واقعہ ۱۳۶۴ء میں رونما ہوا۔شمس الدین سراج عفیف کی تاریخ فیروز شاہی سمہ حکمرانوں اور دہلی کے درمیان نہ صرف تعلقات کی وضاحت کرتی ہے بلکہ تفصیلی معلومات فراہم کرتی ہے۔اس نے اپنی کتاب تاریخ فیروز شاہی میں مہم ٹھٹھہ میں سمہ قبیلے کے دو حکمرانوں جام و بانبھینہ کا تذکرہ کیا ہے۔اس کے مطابق:

''دران ایام جام برادر رای انڑ و بانبھنہ برادرزادہ او ضابط او تھتہ بودند۔انواع رعنائی در میدان خودنمائی میمودند و با حضرت فیروز شاہ ابواب مردی بی مردی میکشودند''۔(۳۸)

''اس زمانے میں جام جو حاکم انڑ کا بھائی تھا اور بھتیجا بانبھینہ ٹھٹھہ شہر کے حاکم تھے۔یہ افراد بے حد قوت وظاہری شان وشوکت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور فیروز شاہ کے مقابلے میں نہایت غیر واجب جرات کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے''۔

سراج عفیف کے بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق کی مہم ٹھٹھہ میں بیک وقت جام جونہ اور جام بانبھینہ سندھ کے

حکمران تھے۔ اور اپنے پیشرو کی طرح یہ بھی حکومت دہلی سے برسرپیکار تھے۔ انشائے ماھرو کے مطابق یہ تمام احتیاط بالائے طاق رکھ کر اپنی قومی تحریک میں اتنے آگے نکل گئے تھے کہ نہ صرف منگولوں کا ساتھ دیا بلکہ ان کا ساتھ حاصل کیا اور ارد گرد کے صوبوں پر بھی حملہ کرنے سے نہ ہچکچائے۔ (۳۹) معاصر تواریخ میں سیرت فیروز شاہی ہی وہ پہلا ماخذ ہے، جو جام اور بانبھینہ کے مکمل نام بتاتی ہے۔ جام جونہ کا پورا نام علاؤالدین اور بانبھینہ کا صدرالدین بانبھینہ انڑ تھا۔ (۴۰) عین الملک ماہرو جو ملتان کا گورنر تھا۔ اس نے بانبھینہ کے رویئے کی سخت شکایتیں کی ہیں کہ جس نے منگولوں کو بار بار بھڑ کانے کی کوششیں کیں کہ وہ ملک پر حملہ کریں۔ ماہرو کے مطابق جام اتنا برا نہ تھا لیکن وہ اپنے بھتیجے یا ارد گرد کے لوگوں کو قابو رکھنے میں ناکام رہا تھا۔ (۴۱)

ماہرو کا یہ بیان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق کے حملہ ٹھٹھہ کی وجہ صرف یہ نہیں تھی کہ وہ اپنے پیشرو محمد تغلق کے فتح ٹھٹھہ کے خواب کو پورا کرے اور انھیں اپنا مطیع بنائے۔ (۴۲) بانبھینہ کی باغیانہ روش بھی اس حملہ کا اہم سبب تھی۔ پھر گورنر ملتان عین الملک ماہرو جوان سے برسرپیکار تھا، اس کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے فیروز شاہ تغلق نے ٹھٹھہ پر فوج کشی کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ فیروز شاہ تغلق کی مہم ٹھٹھہ ۷۶۳ھ سے ۷۶۶ھ تک جاری رہی۔ پہلا حملہ ناکام ہوا جس کا سبب اہل ٹھٹھہ کا اجناس پر قبضہ تھا اور یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ سلطان پڑاؤ اٹھانے پر مجبور ہوا اور گجرات کا قصد کیا۔ ایک سال کی تیاری کے بعد سلطان پھر ٹھٹھہ آیا اور اپنے حسن تدبیر سے جامان ٹھٹھہ کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔ شمس سراج عفیف کے مطابق سلطان فیروز شاہ تغلق جام اور بانبھینہ کو مع اہل خانہ دہلی ساتھ لے گیا۔ ٹھٹھہ کی حکومت فرزند جام اور تماچی برادر بانبھینہ کو عطا کی۔ (۴۳) کچھ سالوں کے بعد تماچی برادر بانبھینہ (۴۴) نے خودسری اختیار کی اور اس کی گوشمالی کے لئے جام کو سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کے ساتھ دہلی سے ٹھٹھہ بھیجا گیا کیونکہ بانبھینہ کے مقابلے میں جام زیادہ متحمل مزاج اور وفادار تھا۔ جام نے رائے تماچی کی بغاوت کو فرو کر کے ٹھٹھہ کی مسند سنبھال کی اور تماچی سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کے ساتھ دہلی روانہ ہو گیا۔ (۴۵) اس طرح سید جہانیاں جہاں گشت کا کردار فیروز شاہ تغلق کے عہد میں تصفیہ ٹھٹھہ و دہلی میں دو اعتبار سے بڑا اہم رہا۔ پہلی مرتبہ اسوقت جب مہم ٹھٹھہ کے موقع پر بادشاہ دہلی اور جامان ٹھٹھہ کے درمیان انھوں نے صلح کروائی اور دوسری مرتبہ بادشاہ کی منشاء کے مطابق تماچی کو دہلی لیکر روانہ ہوئے۔ اس طرح علاؤالدین جام جونہ کی دوسری بار ٹھٹھہ پر حکومت قائم ہوئی۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام کے مطابق جام جونہ نے بیٹے کی مدد سے دوبارہ حکومت کی۔ (۴۶) جبکہ بعد کے مؤرخ صرف جام جونہ کا تنہا حکومت کرنے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ جام کے بیٹے کا نام ''تغاچی'' بتاتے ہیں، جس کی سند ہمعصر تواریخ میں کہیں نہیں ملتی ہے۔

جام جونہ کی حکومت ٹھٹھہ پر کب تک قائم رہی۔ اس حوالے سے جو روایت ملتی ہے اس کے مطابق جام جونہ نے سندھ پر فیروز شاہ تغلق کی وفات تک حکومت کی۔ اس کی شہادت میں دو سندیں ملتی ہیں۔ پہلی سند عفیف کی ہے کہ جب فیروز شاہ کے بعد سلطان تغلق شاہ حکمران ہوا اور اس نے بانبھ کو سفید چتر دے کر ٹھٹھہ بھیجا۔ (۴۷) اس سے واضح ہوتا ہے کہ جام جونہ کی کچھ ہی عرصہ پہلے وفات ہو چکی تھی اور ٹھٹھہ کی مسند خالی تھی جس کی وجہ سے بانبھینہ کو یہاں کا حاکم بنا کر بھیجا گیا۔ دوسری سند ایک کتبہ ہے جو کہ موضع گجو تحصیل

میر پور ساکرہ میں ٹھٹھہ سے دس میل کے فاصلے پر برآمد ہوا ہے۔ اس کے مطابق جام علاؤالدین کے حکم پر صفر ۷۸۲ھ/ مئی ۱۳۸۰ء میں یہ مقبرہ تعمیر کیا گیا۔ (۴۸)

جام جونہ سے متعلق اور بعد کے حکمرانوں کے جو حالات و واقعات ہمیں تاریخ معصومی اور تحفۃ الکرام میں ملتے ہیں۔ ان سے ڈور سلجھنے کے بجائے مزید الجھ جاتی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ اس تاریخی دور کا پردہ اخفا میں ہونا ہے۔ معاصر تواریخ جام جونہ کے بعد خاموش ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ہمیں تاریخ معصومی وغیرہ پر ہی بھروسہ کرنا پڑتا ہے لیکن بدقسمتی سے ان ماخذات سے نہ تو اس عہد کی سیاست و معاشرت اور اقتصادیات پر روشنی پڑتی ہے اور نہ ہی مرکز کے ساتھ تعلقات کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہ کتب صرف حاکمین سندھ (خصوصاً سومرہ اور سمہ) کے ذاتی اوصاف، عدل و انصاف یا سندھ کی دیو مالائی داستانوں کو بیان کرتی ہیں لیکن یہ طے ہے کہ فیروز شاہ تغلق کے عہد کے بعد سندھ کی مرکز کے ساتھ وابستگی ختم ہو چکی تھی اور ایک آزاد قوم پرست ریاست وجود میں آ گئی تھی جس کا خاتمہ سولہویں صدی عیسوی کے آغاز میں مغلوں نے کیا۔

مغلوں کا سندھ پر پہلا حملہ جام نظام الدین عرف جام نندہ کے عہد میں ہوا۔ یہ حملہ ۸۶۶ھ/ ۱۴۶۱ء میں ہوا۔ اس جنگ میں مغلوں کو شکست فاش ہوئی۔ جام نندہ کے بعد اس کا بیٹا جام فیروز ۹۱۴ھ میں تخت نشین ہوا چونکہ یہ کم عمر تھا اس لئے اس کے مدمقابل جام سنجر کے نواسے جام صلاح الدین نے تخت نشین ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن دریا خان، وزیر جام نندہ نے اپنی دیرینہ وفاداری کے سبب جام فیروز کا ساتھ دیا اور اسے تخت پر متمکن کر دیا۔ جام فیروز حکومتی معاملات پر توجہ دینے کے بجائے عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں دریا خان بھی اس کا ساتھ چھوڑ گیا اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جام صلاح الدین نے ۹۲۴ھ/ ۱۵۱۸ء میں، حاکم گجرات کی مدد سے ٹھٹھہ پر حملہ کر دیا۔ ٹھٹھہ پر غلبہ پانے کے بعد اس نے جام فیروز کے حامیوں پر کثیر جرمانے عائد کئے۔ اس صورتحال میں جام فیروز کی والدہ مدینہ ماچھانی، دریا خان سے مدد کی طالب ہوئیں۔ (۴۹) دریا خان کی مدد سے جام فیروز پھر حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ (۵۰) مگر اس بار بھی اس نے دریا خان کی باتوں کو اہمیت نہیں دی بلکہ ارغونوں (۵۱) کی سرپرستی کی تاکہ مستقبل میں انھیں اپنے مفاد کے لئے استعمال کر سکے۔ جام فیروز کی طرح اس کی ماں بھی دریا خان کے اثر و رسوخ سے خائف تھی۔ چنانچہ اس نے شاہ بیگ ارغون کو ۹۲۴ھ/ ۱۵۱۸ء میں ٹھٹھہ پر حملہ کی دعوت دی۔ جو ۹۲۶ھ/ ۱۵۲۰ء میں ٹھٹھہ پر قابض ہو گیا۔ (۵۲) جام فیروز اس کے بعد کچھ مدت تک مزید کچھ حصے پر قابض رہا لیکن چونکہ وہ ارغونوں کی ماتحتی میں تھا۔ اس لئے سموں کی حکومت کا خاتمہ شاہ بیگ ارغون کے قبضہ ٹھٹھہ کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے اور سمہ خاندان کی حکمرانی کی ٹمٹماتی ہوئی لو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بجھ جاتی ہے۔ (۵۳)

تاریخی اعتبار سے سندھ کے ابتدائی حکمران خاندانوں میں سے سمہ خاندان نے اپنے علاقے کو آزاد و خودمختار ریاست بنانے کی مقدور بھر کوشش کی۔ اس عہد کی جتنی معلومات دستیاب ہیں، ان پر تحقیق کر کے اس عہد کے خدوخال بیان کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی تشنگی برقرار رہتی ہے کیونکہ تاریخی ماخذات اس عہد کی سیاسی و معاشرتی، سماجی و اقتصادی منظر کشی کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ پھر اس عہد کی ایک اور خامی واقعات و سنین حکومت کا اختلاف ہے جس پر معاصر تواریخ ابتدائی چار حکمرانوں کے بعد خاموش ہو

جاتی ہیں اورلامحالہ ان کتابوں پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے جو بالخصوص سندھ پر لکھی گئی ہیں، جن میں مواد کی صحت اور سند کا خیال نہیں کیا گیا۔ اس طرح تقریباً ۱۷۰ سالہ اس تاریخی اور درخشاں دور پر کہر چھائی ہوئی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ یقوب بن لیث صفاری اپنے بھائی عمرو بن لیث صفاری کے ساتھ سجستان میں تانبے اور پیتل کی دوکانوں پر کام کرتا تھا۔ جب عباسی خلافت میں ضعف پیدا ہوا تو بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اسی عہد میں خوارج نے خروج کیا جن کے مقابلے کے لئے اہل بیت یعنی علویوں کے طرفدار بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھی میں ایک شخص صالح بن نصر کنعانی بھی تھا جو اہل بیت کا خیر خواہ بن کر اٹھا۔ اس کے گرد ایک اچھی خاصی جمعیت امرا، رؤسا اور عوام الناس کی جمع ہوگئی۔ جن میں یقوب بن لیث صفاری بھی شامل تھا۔ صالح نے ایک مقابلے میں سجستان پر قبضہ کرلیا اور خاندان طاہر یہ کو یہاں سے بیدخل کردیا۔ اس کامیابی کے بعد صالح کا انتقال ہوگیا۔ صالح کا جانشین درہم بن حسن کو بنایا گیا، جو حیلہ سے گرفتار کرلیا گیا۔ اس کے بعد یعقوب کو جماعت کی سربراہی سونپی گئی۔ اس نے نہ صرف پورے سجستان پر قبضہ کرلیا بلکہ ہرات میں عبداللہ بن طاہر کے متعین کردہ عامل کو نکالنے کے بعد خراسان پر بھی قبضہ کرلیا۔ اس طرح اس نے دولت صفاریہ کی بنیاد رکھی۔ ۲۶۱ھ میں اس نے فارس پر قبضہ کرلیا، جس سے اس کی طاقت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ خراسان، طبرستان اور فارس یہ وہ صوبے تھے جہاں کئی دعویدار اپنی حکمرانی کے لئے نبرد آزمائی میں مصروف تھے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے خلیفہ معتمد نے یعقوب کو ان صوبوں کی گورنری بھیج دی۔ جو اس وقت پہنچی جب یعقوب کا وقت آخر تھا۔ یعقوب کے بعد اس کا بھائی عمرو بن لیث صفاری تخت نشین ہوا، اس نے خلیفہ کی اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار کیا جس سے خوش ہوکر اسے خراسان، اصفہان، سندھ، سجستان کی سند گورنری عطا کی گئی۔

۲۔ میر محمد معصوم بھکری ''تاریخ معصومی''، مترجم ''اختر رضوی'' جام شورو سندھ، سندھی ادبی بورڈ ۲۰۰۶ء، ص۔ ۴۳۴۔

۳۔ محمد قاسم فرشتہ ''تاریخ فرشتہ''، مترجم ''عبدالحی خواجہ، ڈاکٹر عبدالرحمٰن''، جلد چہارم، لاہور، المیزان ۲۰۰۴ء، ص۔ ۶۶۴۔

۴۔ جام کا لقب سندھ میں سمہ حکمرانوں کے ساتھ مخصوص رہا ہے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے اس پر جو اپنی تحقیق پیش کی ہے اس کے مطابق ''سندھ پانچویں تا ساتھویں صدی عیسوی ایران کے زیر اثر رہا ہے۔ اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ ایرانی حکومت کے زیر اثر سمہ قبیلے کے ممتاز رئیس نے ''جام'' کا لقب اختیار کیا ہو۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ سمہ رؤسا نے اپنے جد اعلیٰ ''جادم'' کا نام اپنے ناموں کے ساتھ بطور فخر لاحقہ کے طور پر لگایا ہو اور ''جام'' اس کا مخفف ہو۔ لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ لقب ''نژاد'' کے ہم معنی ہے۔ سندھی میں ''جم'' کے معنی ''ولادت'' اور ''نژاد'' کے ہیں اور اسی لفظ سے یہ لقب ''جام'' مشتق ہوا۔ جو سرداران میں مال ومطابق ''سندھ پانچویں تا ساتھویں صدی ء ایران کے زیر اثر رہا ہے۔ اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ ایرانی حکومت کے زیر اثر سمہ قبیلے کے ممتاز رئیس نے ''جام'' کا لقب اختیار کیا ہو۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ سمہ رؤسا نے اپنے جد اعلیٰ ''جادم'' کا نام اپنے ناموں کے ساتھ بطور فخر لاحقہ کے طور پر لگایا ہو اور ''جام'' اس کا مخفف ہو۔ لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ لقب ''نژاد'' کے ہم معنی ہے۔ سندھی میں ''جم'' کے معنی ''ولادت'' اور ''نژاد'' کے ہیں اور اسی لفظ سے یہ لقب ''جام'' مشتق ہوا۔ جو سرداران میں مال ودولت، طاقت اور حسب ونسب کے اعتبار سے ممتاز ہو یہ لقب اس کے

ساتھ منسوب کیا جاتا ہے''۔(ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ''توضیحات واستدراکات از تاریخ معصومی'' ص۔۴۶۵،۴۶۶)۔

۵۔ انشای ماہرو، شیخ عبدالرشید، لاہور، ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، ۱۹۶۵ء، خط نمبر۱، ۸، ۴۶، ۹۹، ۱۳۳، ۱۳۴۔

۶۔ طبقات اکبری''طبقات اکبر شاہی'' یا ''تاریخ نظامی'' کے ناموں سے بھی منسوب کی جاتی ہے۔ اس کتاب کا سن تالیف ۱۵۹۲ء۔۱۵۹۳ء/۱۰۰۱ھ ہے۔لیکن اس میں اکبر کے عہد کے ۳۸ سال جلوس یعنی ۱۵۹۳ء۔۱۵۹۴ء تک کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۷۔ محمد قاسم فرشتہ نے یہ تاریخ ۱۶۰۶ء میں سلطان بیجاپور ابراہیم عادل شاہ ثانی کے اصرار پر لکھنی شروع کی اور ۱۶۱۱ء میں مکمل کی۔ اس نے ہندوستان کی مکمل تاریخ لکھنے میں تقریباً ۳۲ کتابوں سے استفادہ کیا۔

۸۔ سبحان رائے بٹالوی کا زمانہ حیات سترھویں صدی ء کا آخر کا ہے اور یہ بعض امراء کے دربار میں مراسلت یا دبیری پر مامور تھے۔

۹۔ چچ نامہ کا اصل نام ''فتح نامہ'' ہے۔

۱۰۔ تاریخ معصومی کا اصل نام ''تاریخ سندھ'' ہے۔میر معصوم بھکری نے اپنی تالیف کا سن نہیں لکھا لیکن یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ ۱۰۰۹ھ میں لکھی گئی ہوگی۔

۱۱۔ میر محمد معصوم بھکری ''تاریخ معصومی'' مترجم ''اختر رضوی'' جام شورو سندھ، سندھی ادبی بورڈ ۲۰۰۶ء، ص۔۱۴۔

۱۲۔ لوہانہ موجودہ روہڑی ہے۔

۱۳۔ علی کوفی ''فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ'' مترجم، اختر بلوچ، جام شورو، سندھ ادبی بورڈ ۲۰۰۸ء، ص۔۲۱۹ تا ۲۲۲۔

۱۴۔ احمد بن یحیٰی بن جابر الشہیر البلاذری ''فتوح البلدان''، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۶ء، ص۔۶۲۲۔

۱۵۔ تعلیقات معصومی، ص۔۸۴۔

۱۶۔ سفر نامہ ابن بطوطہ، مترجم، رئیس احمد جعفری، حصہ دوم، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۶ء، ص۔۱۷۔

۱۷۔ ایضاً، ص۔۲۲،۲۳۔

18. RiazulIslam'TheRise of Sammas of Sindh,'Complied by Ghulam Muhammad Lakho'TheSammaKingdomofSindh';Jamshoro:InstituteofSindhology, 2006,p.16

۱۹۔ تعلیقات معصومی، ص۔۴۶۶۔

۲۰۔ طغی ترک غلام تھا، جسے سلطان غیاث الدین تغلق شاہ نے خرید کر اپنے ایک سردار صفدر ملک قراں سلطانی کو دے دیا تھا۔ اس نے اپنی ذہانت وذکاوت کی وجہ سے ترقی کی اور صفدر ملک کی وفات کے بعد سلطان محمد تغلق نے اسے شحنہ بارگاہ (مہتمم دربار) مقرر کر دیا۔ اس کے بعد وزیر کی فوج میں افسر بنا دیا گیا لیکن اس دوران اس سے سنگین غلطی ہوئی کہ جس کی بنا پر اسے یمن جلاوطن کرنے کی سزا دی گئی، ابھی یہ کھمبایت کی بندرگاہ پر ہی قید تھا کہ یہاں پر ملک جوہر، ملک جھلو اور قاضی جلال نے جو امیران صدہ سے وابستہ تھے، بغاوت کر دی۔ اس نازک موقعے پر طغی نے قید خانے سے نکل کر مقامی لوگوں کی مدد سے بغاوت کو فرو کیا اور کھبایت میں امن وامان قائم کر دیا۔ سلطان محمد تغلق نے اس کے بعد نہ صرف اسے معاف کر دیا بلکہ دوبارہ شحنہ بارگاہ کے منصب پر فائز کر دیا۔

۲۱۔ ایضاً،ص۔۴۵۵،۴۵۶۔

۲۲۔ خواجہ نظام الدین احمد ''طبقات اکبری'' مترجم ''محمد ایوب قادری''،جلد اوّل،لاہور،اردو سائنس بورڈ،۱۹۹۰ء،ص۔۳۳۸۔

۲۳۔ تاریخ معصومی،ص۔۶۶تا۶۸۔

۲۴۔ ضیاءالدین برنی ''تاریخ فیروز شاہی''تصحیح ''مولوی سید احمد خان''،کلکتہ،ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ،۱۸۶۲،ص۔۵۲۳۔

۲۵۔ ایضاً،ص۔۵۲۴۔

۲۶۔ ایضاً۔

27. AccordingtoRiazulIslam'BaranireferstotheSumerasandparticularly the,Sumeras of Thatta,which indicates that they were still the ruling tribe. He also mentions the Jams of Thatta,which maybe taken to mean that aboutthis time the Sammas Jams were also be coming an important factor'.(Riazul Islam' The Rise of Sammas of Sindh,' CompliedbyGhulamMuhammadLakho'The Samma KingdomofSindh';Jamshoro:InstituteofSindhology,2006,p.16)

۲۸۔ تعلیقات معصومی،ص۔۴۵۶۔

۲۹۔ محمد قاسم فرشتہ ''تاریخ فرشتہ'' مترجم ''عبدالحی خواجہ،ڈاکٹر عبدالرحمٰن''،جلد چہارم،لاہور،المیزان،۲۰۰۴ء،ص۔۶۶۴۔

۳۰۔ انشای ماھرو،شیخ عبدالرشید،لاہور،ادارہ تحقیقات پاکستان،دانش گاہ پنجاب،۱۹۶۵ء،خط نمبر۹۹،ص۔۱۸۶تا۱۸۸۔

۳۱۔ ایضاً،خط نمبر۴۶،ص۔۱۰۰تا۱۰۳۔

۳۲۔ تحفۃ الکرام کا مصنف میر علی شیر قانع ٹھٹوی بھی ھمیر وودا کو سومروں کا آخری حکمران تسلیم کرتا ہے۔(تحفۃ الکرام،ص۔۱۳۲) جبکہ تاریخ معصومی کا مصنف میر محمد معصوم بھکری ارمیل کو آخری حکمران بتاتا ہے۔(تاریخ معصومی،ص۔۸۴)

۳۳۔ ایضاً۔

۳۴۔ انشای ماھرو،خط نمبر۱۳۲،ص۔۲۲۹۔

۳۵۔ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی ''مکلی نامہ''،جام شورو،سندھ،سندھی ادبی بورڈ،۲۰۱۱ء،ص۳۴۔

36. Chronology of the Samma Rulers of Sindh' published in the proceedings of the meetings of second sessions of the Pakistan historical records and Archives commission,'Peshawar,February 1954,Government of Pakistan press, Karachi,1951,Pg:23-29

۳۷۔ تاریخ معصومی،ص۔۸۔

۳۸۔ شمس سراج عفیف ''تاریخ فیروز شاھی''،تصحیح ''مولوی ولایت حسین''،کلکتہ،بپٹسٹ میشن پریس،۱۸۹۰ء،ص۔۱۹۹۔

۳۹۔ انشای ماھرو، خط نمبر ۸، ص۔۱۹ تا ۲۱۔

۴۰۔ سیرت فیروز شاہی، نسخہ خدا بخش، پٹنہ، خدا بخش اورنیٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص۔۷۸۔

۴۱۔ محمد حبیب، خلیق احمد نظامی ''جامع تاریخ ہند''، لاہور، مشتاق بک کارنر، ۲۰۰۷ء، ص۔۷۷۲۔

۴۲۔ شمس سراج عفیف، ص۔۱۹۱۔

۴۳۔ ایضاً، ص۔۲۴۷۔

۴۴۔ ایم۔کو پرشو یک تماچی کو بانبھینہ کا بیٹا بتاتا ہے، جو کہ غلط ہے۔(ص۔۱۰۴۷)

۴۵۔ شمس سراج عفیف، ص۔۲۵۴۔

46. Riazul Islam 'TheRise of Sammas of Sindh,' p.37

۴۷۔ شمس سراج عفیف، ص۔۲۵۴۔

۴۸۔ تاریخ معصومی، ص۔۴۷۵، ڈاکٹر ریاض الاسلام' سندھ میں سموں کا عروج، ص۔۳۷۔

۴۹۔ دریا خان، جام فیروز کی عیش وعشرت سے نالاں ہوکر اوراسے پندونصائح سے دور پا کر کاھان میں جا کر مقیم ہوگیا تھا۔(تحفۃ الکرام، ص۔۱۷۲)۔

۵۰۔ تاریخ معصومی، ص۔۱۰۵ تا ۱۰۸۔

۵۱۔ شاہ بیگ ارغون، میر ذوالنون بیگ کا بیٹا تھا۔ جو سلطان حسین مرزا کا سپہ سالار، امیر الامراء اوراس کے بیٹے بدیع الزماں کا اتالیق تھا۔ یہ سلطان حسین مرزا کی طرف سے قندھار کا حکمران تھا۔ جب میر ذوالنون بیگ ایک لڑائی میں جو کہ شاہی بیگ ازبک اور سلطان حسین مرزا کے بیٹوں کے درمیان ہوئی تھی، قتل ہوگیا۔ تو اس کے بعد قندھار کی حکومت شاہ بیگ ارغون اپنے باپ کا قائم مقام ہوا۔ اس نے ولایت سندھ کے اکثر حصہ کو فتح کیا۔(طبقات اکبری، محولہ بالا، ص۔۵۰۲)۔

۵۲۔ تحفۃ الکرام (ص۔۱۷۴) کے مطابق محرم ۹۲۷ھ میں شاہ بیگ نے اپنی حکومت قائم کی جبکہ تاریخ معصومی (ص۔۱۵۵) میں ۱۱ محرم ۹۲۶ھ درج ہے۔

۵۳۔ تحفۃ الکرام، ص۔۱۷۲ تا ۱۷۵۔